

قیمت سالانہ

مجلس ترجمان القرآن دارالافتاء دارالعلوم دہلی

جلد ۱۲ نمبر ۲۶۵

ماہنامہ

شمس الاسلام

ہر انگریزی ماہ
کی یکم تاریخ کو
شائع ہوتا ہے

معاذین سے

عوام سے

طلبہ سے

بھیرہ (پنجاب)

جلد ۱۲ | بھیرہ (پنجاب) | ربیع الثانی ۱۳۶۲ھ مطابق مئی ۱۹۴۳ء | نمبر ۵

فہرست مضامین

صفحہ

نمبر شمار

- ۱- نازل دل - (نظم) کلام اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خان تاجدار دکن - ۲
- ۲- آفرسا - (نظم) از حبیب صاحب تلونڈی چشتیاں ریاست بھاول پور - ۱۱
- ۳- حاطب بن بلتعہ اقبسی البیدی کا مکتوب قریش مکہ کے نام اور وحی الہی کا نزول { ملک محمد طفیل صاحب بی۔ اے علیگ - ۳
- ۴- مشاجرات صحابہ رض - از مدیر - ۷
- ۵- گریہ و بکا انصاف پسند شیعہ کی نظر میں - از سید محمد اصطفیٰ صاحب شیعی - ۱۲
- ۶- اطلاعات - از مدیر - ۱۹

سرخ پنسل کا نشان { یہاں ان حضرات کے پرچہ پر سرخ پنسل کا نشان لگایا گیا ہے جن کے چندہ کی میعاد آئندہ سال کا چندہ بذریعہ مئی آرڈر جلد روانہ فرمائیں اگر خدا نخواستہ کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہ ہو تو بذریعہ پوسٹ کارڈ ہمیں پہلی فرصت میں مطلع کریں۔ خاموشی کی صورت میں آئندہ ماہ کا پرچہ بذریعہ وی پی ایس ارسال خدمت ہوگا جس کا وصول کرنا آپ کا اسلامی و اخلاقی فرض ہوگا۔ (غلام حسین منیر شمس الاسلام)

نالہ دل

(کلام فصاحت التیام اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خان تاجدار دکن حیدر اللہ ملکہ)

فخر جن اسلاف مذہب پر کیا کرتے ہو تم
وہ تو اپنے دیں پہ جان و مال کرتے تھے فدا
ان کے آگے تو جھکی رہتی تھی گردن غیر کی
وہ زمیں پر سونے والے بادشاہی کر گئے
وہ تو نا واقف پہ ہو جاتے تھے زبان و نثار
وہ تو غیروں کے مقابل متحد تھے ایک تھے
وہ تو اعدا میں بھی قائم کر گئے تھے اتحاد
ان کے ناموں پر تسخیر بر ملا کرتے ہو تم
لیکے جان و مال پر دیں کو فدا کرتے ہو تم
لیکن اب غبار کے آگے جھکا کر رہے ہو تم
یاں محلوں میں غلامانہ رہا کرتے ہو تم
یاں عزیز و اقربا سے بھی دغا کرتے ہو تم
یاں عدو سے مل کے اپنوں سے لڑا کرتے ہو تم
یاں مگر بھائی سے بھائی کو جدا کرتے ہو تم
کو نسا منڈ لکے جاؤ گے خدا کے سامنے
کیا نہ شرم آئیگی حضرت مصطفیٰ کے سامنے

آہ

(از حبیب صاحب تلونڈی بٹیاں سربا بھائی)

لے دل نہ کبھی دردِ محبت کی دوا مانگ
ہے دولت کو نین غمِ عشق و محبت
ہے عشق و محبت تو تپنے سے تڑپ مانگ
ہے شوقِ شہادت تو حسین بن علی سے
دل چاہے اور ذوقِ نظر چاہے ورنہ
یوں برق کا محلج ہے کیوں بچِ نقص میں
اے ہمت مردانہ تڑپنے کی دوا مانگ
گر مانگنا چاہے تو غمِ عشق خدا مانگ
دل مانگ جگر مانگ زباں مانگ نگہ مانگ
وہ صبر وہ تعمیل وہ تسلیم و رضا مانگ
کہتا ہے ابھی تک بھی کوئی طور پہ آمانگ
اے بے خبر سوزِ دروں آہِ رسا مانگ

تایخ و عبر

حاطب بن بلتعہ اقبسی البدمی

مکتوب قریش مکہ کے نام اور وحی الہی کا نزول
(ملک محمد طفیل صاحب بنی - حبشی - ثی - علیک)

(۱)

جب ان قبائل کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی تو وہ فوراً ہتھیاروں سے آراستہ ہو کر اپنے اپنے کیمپوں کے آگے صف بستہ ایستادہ ہو گئے اور آپ کے انتظام میں چیم براہ ہوئے۔

مہر و عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک قبیلے کے کیمپ کے آگے سے ورود فرمایا۔ اور جوں جوں گزرتے جاتے لوگ گھوڑوں سے اتر کر حضور کے دست مبارک پر بوسہ دیتے اور حصول برکت کے بعد حسب ارشاد نبوی اپنے اپنے خیموں میں لوٹ جاتے۔ اس طرح آپ نے بہتر قبیلوں کا جائزہ لیا۔ اور اُنھیں اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے یوں دست بدعا ہوئے۔

رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التي انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضاه۔ اللہم حقق لنا فی قریش ما امرتني به وما عزمت علیہ واد یسرعون الآؤ وخن فی دیار القوم۔ اللھم انک وعدتني النصر والنصيحة وانت لا تخلف الميعاد۔ یا من امرہ بین الکاف والنون۔ یا من اذا اراد شیئا ان یقول له کن فیکون یا رب العالمین (ترجمہ) اے رب مجھے الہام کر کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کر دوں جو تو نے مجھ پر اراد میرے والدین پر نازل فرمائی ہے اور وہ عمل کروں جس سے تو راضی ہو۔ اے اللہ قریش کے معاملہ میں وہ بات ہمارے لئے ثابت کر جس کا تو نے نہ فرمایا۔

جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم بانی فتح مکہ کا ارادہ کیا۔ تو آپ نے ان تمام قبائل کے نام جو دائرۃ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ شمولیت جہاد کے خطوط لکھے۔ اور کہلا بھیجا کہ ایسی شمولیت ان کے لئے ثواب دارین اور اجر عظیم کا باعث ہوگی۔ چنانچہ حسب ارشاد رسالت مآب رسولان نبوی اطراف و جوانب عرب کی حکمرانوں کے لئے جس کا یہ اثر ہوا۔ کہ بہتر کے قریب قبائل تشریف جہاد میں سرشار مدینہ پہنچ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے قیام کا انتظام شہر کے ارد گرد کے میدان میں کیا۔ جہاں ہر ایک قبیلہ نے اپنا اپنا ٹراؤ ڈال دیا۔ اور اس کے بعد حضور بنفس نفیس خچر سپہ جلوہ فرما ہو کر ان افواج الہیہ کے معائنہ کے لئے ہر ایک قبیلہ کے کیمپ میں تشریف لے گئے۔ اس وقت حضور سرخ چادر میں ملبوس تھے۔ اور تلوار حمائل کئے ہوئے تھے۔ خچر کی داہنی طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور بائیں جانب حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما جا رہے تھے۔ اور آپ کے اہل و اقارب جہاجرین اور انصار آپ کو حلقہ میں لئے ہوئے تھے۔ مدینہ میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو حضور کے اردل میں حاضر نہ ہوا ہو۔ آپ اس شان سے ان قبائل کی سلامی کے لئے تشریف لے گئے۔ جو شمولیت جہاد کی خاطر مدینہ میں جمع ہوئے تھے۔

اند جس کا میں نے ان کے خلاف عزم کیا ہے اور وہ نہیں جانتے یہاں تک کہ ہم ان کے علاقوں میں پہنچ جائیں۔ اے اللہ تو نے مجھ سے نصرت اور بہتری کا وعدہ کیا ہے۔ اور تو کبھی بھی وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ تو وہ ذات ہے کہ تیرا حکم کاف اور نون (یعنی کن) کے درمیان واقع ہے اور تو وہ ہے کہ جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو تو کن کہہ دیتا ہے اور وہ اے رب العالمین فوراً پیدا ہو جاتی ہے۔ قبائل عرب کی سلامی کے بعد آپ بشمولیت صحابہ کرام شہر میں واپس آکر مسجد میں تشریف لائے اور نماز ظہر ادا کی۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ دیوارِ محراب سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اس وقت صحابہ کرام نے گھروں میں واپس جانے کی اجازت طلب کی۔ اجازت دے دی گئی۔ اور وہ چل دیئے۔ ان میں حاطب بن بلتعہ القیس بھی تھے جنہوں نے معرکہ بدر میں جتھے لیا تھا۔ جب حاطب نے مسجد سے باہر آکر انسانوں کے اس ہجرِ ظاہر پر سے گذرے جس کا جائزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی ابھی لیا تھا۔ تو ان کے دل میں ایک عجیب خیال گذرا انہوں نے دل میں کہا:-

ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بڑے بڑے معرکوں میں حصہ لیا لیکن ایسا لشکر عظیم کبھی بھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ میرا گمان غالب ہے کہ آپ کا مقصد سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ آپ مکہ مشرف پر حملہ آور ہوں۔ ہمارے لئے یہ امر شاق ہوگا۔ کیونکہ وہاں ہمارے قراتی کثرت سے ہیں خدا کی قسم اگر آپ اس لشکر کو ساتھ لے کر مکہ میں داخل ہوئے تو ہر ایک چھوٹا بڑا اس کی زد میں آکر فنا کی شدت سے جاکے گا کوئی مال اس کے ہاتھ سے محفوظ نہیں رہے گا اور مستورات کی گردن میں تلوار چلائی جائے گی اور ان کے دل و جان ضرور انہیں ایک خط کھوں گا جس میں حضور علیہ السلام کے نافی النہی کا اظہار ہوگا تاکہ وہ اس آیتِ الہیہ سے کسی نہوکِ خدام کے اسباب پیدا کر لیں :-

یہ خیال دل میں جا کر وہ گھریں داخل ہوئے اور فوراً قلم و دوات اٹھا کر اس مضمون کا خط قریش کے نام لکھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - من عبد اللہ حاطب بن بلتعہ القیس الی اہل مکہ و ساداتہما و کبارہما من سادات قریش والی سفیان وغیرہم۔ من سائر القبائل والعربان۔ اعلمکم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد جمع جیوشا و عساکرہا رایتہ قد جمع مثلہا ابدا۔ و اظنہ انہ لا یرید بھا الا مکتکم و قتالکم و محاذتکم فکونوا من ذلك علی ہتہ و حذروا علما و ابدا لک من القبائل و السادات و العربان لیعینوکم علی قتالہ و محاربته و قد اشفقت علیکم و لو استطعت لہجی کنت عرضا من ہذا الکتاب :-

(ترجمہ) خدا کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔ یہ خط اللہ کے بندے حاطب بن بلتعہ القیس کی طرف سے اہل مکہ، سرداران مکہ، اکابرین قریش، ابو سفیان اور عرب کے دیگر تمام قبیلوں کی طرف ہے میں آپ لوگوں کو مطلع کرنا چاہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر عظیم مرتب فرمایا ہے کہ میں نے اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا کہ اتنا بڑا لشکر آپ نے ترتیب دیا ہو۔ میرا گمان ہے حضور اس لشکر کو آپ کے مکہ اور آپ کے قتال اور محاربہ کا ارادہ رکھتے ہیں پس آپ اس مقابلہ کے لئے تیار ہو جائیں اور اس کے متعلق گرد و نواح کے کل قبائل اور اعراب کو بھی اطلاع دے دیں تاکہ وہ آپ کی امداد کریں حقیقت یہ ہے کہ مجھے آپ کی وجہ سے بہت تکلیف ہو رہی ہے اگر مجھے آنے کی فرصت ہوتی تو اس خط کی بجائے میں خود حاضر ہو جاتا :-

اس مکتوب کے لکھنے کے بعد آپ نے اپنی مہر لگائی اور اپنے عوام کے گھے بٹوں میں اسے چھپا دیا۔ اور ایک سو دینار اس شخص کے لئے بطور حق معاوضہ لکھے جو ابو سفیان اور قریش مکہ کے پاس اس خط کو پہنچانے والا تھا۔ پھر گھوڑے پر سوار ہوئے تلوار چمائل کی اور نیزہ اٹھایا اور چل دیئے۔

ابھی گھر سے باہر قدم رکھا ہی تھا کہ عورت نے پوچھا۔
”کہاں کا ارادہ ہے کیا بنی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی
کام جا رہے ہو؟“

حاطبؓ۔ اللہ کی قسم نہ آپ کے کسی کام جا رہا ہوں
اور نہ ہی کسی غزوہ کا ارادہ ہے بلکہ چند ایک اصحاب مدینہ
سے باہر رہتے ہیں ان کی ملاقات کا عزم ہے۔

عورت۔ ”خدا تمہیں سلامت لے جائے اور سلامت
ہی واپس لے آئے۔“ پھر اس نے حاطبؓ کے ہاتھ اور سینے
کو بوسہ دیا۔

بیوی سے رخصت ہو کر آپ گھر سے نکلے اور گھوڑا
سرپٹ کیا۔ اور شہر سے کئی میل باہر نکل آئے۔

اس طرح آبادی سے کافی دور آنے کے بعد آپ گھوڑے
سے اترے اور اس کی باگ ڈور پکڑ کے راستے کے ایک طرف
بیٹھ گئے اور انتظار کرنے لگے کہ مکہ کی طرف کسی جانے والے
کے ہاتھ خطر روانہ کروں۔ اس زمانہ میں ایک کی عورت جس کا
نام جرادہ تھا۔ اپنے خویش و اقارب کی ملاقات کے لئے مدینہ
آئی ہوئی تھی۔ چند روز قیام کرنے کے بعد اس نے واپسی کا
ارادہ کیا۔ اتفاق کی بات وہ اسی روز مکہ کی طرف روانہ ہوئی

جس روز حاطبؓ برسرِ راہ خط لے ہوئے انتظار کی گھڑیاں
گن رہے تھے جرادہ کے اقربائے دور تک اس کی مشایعت
کی جا رہے وہ مدینہ سے کافی فاصلہ پر نکل آئی تو وہ لوگوں
سے رخصت ہو کر شہر کو واپس ہوئے اور وہ مکہ کے رستہ پر

اب چلتے چلتے اس موقع پر پہنچی جہاں حاطبؓ بیٹھے ہوئے
تھے جونہی وہ قریب ہوئی انہوں نے اسے پہچان کر کہا ”تھہ بات سچی
جرادہ نے آواز سنتے ہی اونٹنی بٹھادی اور ان کی طرف بڑھیں۔

نزدیک پہنچ کر اس نے انہیں سلام کیا اور ان کے ہاتھ کو
بوسہ دیا اور کہا۔

”یا مولائی صل من حاجتہ فوز بقضاءہ“ (ترجمہ) آقا
کیا کوئی ایسا کام میرے لائق ہے جس کے کرنے سے میں فوز

پاسکوں“

حاطبؓ۔ ”اے جرادہ واللہ تیرے متعلق بہت کام
ہیں اور اگر تو انہیں انجام دے گی تو تازیت تیرا شرم
احسان رہوں گا۔“

جرادہ۔ ”وہ کیا“

حاطبؓ۔ ”ذرا صبر کرنا بھی جیتا ہوں“

یہ کہا اور ہیبانی نکال کر دینا لگے اور اس کی پھیلی پر
رکھ دیئے پھر کپڑوں کا ایک جوڑا بھی اسے دیا جو گھر سے
اسی غرض کے لئے اپنے ساتھ لائے تھے اس کے بعد کہنے
لگے۔

”یہ روپیہ اور خلعت میری طرف سے تمہیں اس بات
کا انعام ہے کہ یہ خط ابوسفیان ابن حرب کو غروب
آفتاب کے بعد اس احتیاط کے ساتھ پہنچاؤ کہ کسی کو
کانوں کان خبر نہ ہو۔“

خلعت دیکھ کر جرادہ کے منہ میں پانی بھر آیا
اور خوشی خوشی میں مشن کے انجام دینے پر آمادہ ہو گئی
حاطبؓ کو بھی اٹھائے راز کے متعلق پوری تسلی نہیں
ہوئی تھی چنانچہ انہوں نے کہا۔

”یا جرادۃ اعلمینی فی ای شیئ تخفیہ۔ فانی اخا
من بنی ہاشم او بنی عبد المطلب ان یتعرض احدنہم
الیک۔ فیفتشک ویأخذ الکتاب ویرسلہ الی النبی
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وافتضح بین یدیہ واللہ ان التو
عندی اھون من القھیضۃ بین یدی رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم“

(ترجمہ) جرادہ بتا تو سہی کہاں اسے چھپائے گی کیونکہ میں
بنی ہاشم یا بنی عبد المطلب سے ڈرتا ہوں مبادا ان میں سے
کوئی تجھے تعرض کرے اور تلاشی لے کر خط قابو کر لے اور

پھر بنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیج کر لٹنے کے سانچے
میری فینیت کرائے خدا کی قسم میرے لئے موت زیادہ

اور نجاتِ ابدی کا باعث ہو سکتا تھا۔ وہ جنگِ بدر کے غازیوں میں سے تھے۔ اور ارشادِ خداوندی کے مطابق نجات کا پروانہ حاصل کر چکے تھے۔

آنِ واحد میں خدا کا فرشتہ جبرِ العالمین اور انبیاءِ کرام کے درمیان ناسخ و پیام کا ایک واسطہ تھا۔ نبیِ اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاضر ہوا۔ اور سب سے پہلے تیختِ ربانی پہنچا کر کہنے لگا:-

”انت غافل واللہ سبحانک وتعالیٰ لیس بغافل واللہ علیم بذات الصدور وعلام الغیوب۔ اعلم ان الحاطب بن بلتعۃ القیسی من اصحابک قد کتب کتابا لاهل مکة یخبرهم بمجمیع ما امرک اللہ بہ من فتح مکة وغیرها و بما عزمک علیہ وقد اعطاه لامرأة اسمها جرادة واعطاهامائة دینار و خلعتہ یمانیہ علی ان توصل الکتاب لابن سفيان مخزوم حرب وقد جعلتہ فی صغار شعرة۔ فارسل الیہا الزبیر بن العوام وابن عبدک علی ابن ابی طالب رما یأخذان منها الکتاب ولا یقتلہا فانہما تسلما علی ید یحما۔“

(ترجمہ) آپ غافل ہیں لیکن اللہ سبحانہ تعالیٰ غافل نہیں ہے۔ وہ سینے کے مجیدوں کو جانتا ہے اور غلامِ الغیوب ہے آپ کو معلوم ہو کہ حاطب بن بلتعۃ القیسی نے جو آپ کے صحاب میں سے ہے ایک خطِ اہل مکہ کی طرف روانہ کیا ہے جس میں اس نے آپ کے فتح مکہ کے ارادہ کے متعلق لکھتے ہوئے آپ کے ہر ایک راز پوشیدہ کا انکشاف کر دیا ہے۔ اور اس خط کو اس نے ایک عورت جرادہ نامی کو ابوسفیان مخزوم حرب کو پہنچانے کے لئے دیا ہے۔ اور اس کے صلے میں ایک صد دینار اور ایک خلعتِ یمانی بھی عطا کی ہے۔ پس آپ زبیر بن العوامؓ اور اپنے چچا کے لڑکے علیؓ کو بھیجیں تاکہ وہ اس سے خط چھین لائیں۔ لیکن اسے قتل نہ کریں کیونکہ وہ ان کے ہاتھ پر اسلام لے آئے گی۔

جب رسول اللہ علیہ وسلم نے پیغامِ ربانی سنا تو آپ کے

آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رسوائی اٹھاؤں۔

جرادہ:- ”میں اپنے اسباب میں اسے رکھ لوں گی“ حاطبؓ:- ”وہاں سے ڈھونڈ کر قابو کر لیں گے۔“

جرادہ:- ”اپنی اونٹنی کے منہ کے اندر چھپا دوں گی“ حاطبؓ:- ”وہاں سے بھی تلاش کر کے نکال لیں گے۔“

جرادہ:- ”اگر کسی تو سر کی مینڈیاں کھول کر ان میں چھپا دوں گی“ حاطبؓ:- (فرطِ انبساط) ”ہاں اب مجھے اطمینانِ قلب

حاصل ہوا ہے۔ لیکن میرے سامنے ہی اسے وہاں چھپا لو تاکہ مجھے کامل اطمینان ہو جائے۔ کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فیضیت نہ ہو۔“

چنانچہ وہ تھوڑی دیر کے لئے اوٹ میں ہو گئی۔ اور مینڈ میں کھول کر احتیاط کے ساتھ اس میں حظ رکھ کر حاطبؓ کے سامنے آئی۔ اسے دیکھتے ہی وہ بہت خوش ہوئے اور مطمئن ہو گئے کہ مقصد برآ رہی ہو گئی۔ اس طرح پوری تسلی کے بعد مدینہ لوٹے۔ اور بچوں کے لئے تھوڑی سی کھجوریں لیتے آئے جنہیں دیکھ کر وہ بچہ مسرور ہوئے۔

حاطبؓ اپنا کام کر کے واپس ہوئے اور نہایت ہی اطمینانِ قلب سے بیٹھ گئے۔ کیونکہ اخفا کے راز میں جو احتیاط انہوں نے برقی تھی۔ اس سے گمان ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ کسی طرح بھی وہ طشتِ ازیام ہو سکے گا۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے اس برگزیدہ ہستی سے اس کے اخفا کی کوشش کی۔ جسے کسی مجید کا معلوم ہونا تو درکنار انسانوں کے سینوں کے راز بھی علامِ الغیوب کی امداد سے آن وہد میں آئینہ کی طرح اس پر روشن ہو سکتے تھے۔ حاطبؓ نے خود کوئی معمولی انسان نہیں تھے۔ ان کا ایمان پختہ تھا۔ اور انہوں نے صفِ اول کے مسلمانوں کے دوشِ بدوش اس معرکہِ عظیم میں حصہ لیا تھا جس نے اسلام کی بنیادیں سنگِ گلاخ چٹان کی مانند مضبوط و مستحکم کر دی تھیں۔ اور جس میں حصہ لینا کسی مسلمان کے لئے سعادتِ دیرین

بشیء مما نحن فیہ۔

(ترجمہ) ابوالحسن تم اور زبیر ابن العوام جلدی سے جاؤ اور ایک عورت کو جس کا نام جرادہ ہے اور جو مکہ کی طرف جا رہی ہے نلال مقام پر پکڑو اور اس سے خط چھین لاؤ جو حاطب بن بلتعہ القیس نے اسے دیا ہے لیکن خبر دار اسے قتل نہ کرنا کیونکہ وہ بہار ہاتھ پر مسلمان ہو جائے گی۔ (اُن آسے تاکید کر دینا کہ ہمارے معاملہ سے متعلق اہل مکہ سے کچھ نہ کرے۔) (باقی آئندہ)

چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اور آپ نے اسی وقت علی کو طلب فرمایا۔ ان کے حاضر ہوتے ہی ایشاد ہوا۔

”یا ابا الحسن امض انت وابن الزبیر بن العوام سربعا عاجلا وادركا امرأة متوجهة الى مكة جرادة بموضع كذا۔ واخذ منها الكتاب الذي اعطاه لنا حاطب بن بلتعہ القیس ولا تقتلها فلما تسلم علی یدیکما۔ وامرأها ان لا تجزي اهل مكة

بحث و نظر

مشاجرات صحابہ

(از مدیر)

تھی۔ اس پر جعفری صاحب لکھتے ہیں :-

”ایک بات تو سمجھ میں آگئی کہ اصحاب دو قسم کے تھے ایک وہ جن کو اے کلاس کہہ دوں۔ اور دوسرے وہ جن کو بی کلاس کہا جائے۔ جن کے متعلق حسن ظن رکھنا یا نہ رکھنا بعد کو دیکھا جائے گا۔ اور جن کے متعلق خاص ڈیفنس بھی پیش نہیں کیا جاسکتا۔ زیادہ سے زیادہ اصحاب الشجرہ کا ڈیفنس پیش کیلئے ہے۔ اصحاب صفین و نہر دان تو اس آیت سے خارج ہیں۔ اس تحقیق اور فیصلہ پر کوئی اعتراض نہیں۔ جہاں تک تقسیم موجود ہے“

افسوس کہ جعفری صاحب نے اے کلاس اور بی کلاس کے عامیانہ الفاظ استعمال کیے کے مناسبت کا پیرایہ ترک کر دیا ہے۔ اہل سنت کے عقیدہ کے مطابق صحابہ کرام بہ لحاظ مدارج کئی گروہوں میں منقسم ہیں۔ قرآن نے ہی ہمیں بتلایا ہے کہ صحابہ کرام میں سے بعض تھے السابقون الاولون جہا جہینہ وانصار۔ اصحاب بدر۔ اصحاب احد۔ اصحاب بدر من الفتح قبل الفتح وقاتل فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والے

جناب تصدق حسین صاحب جعفری شیعہ بی۔ اے نے علمائے اہل سنت سے تین سوالات کئے تھے۔ جو مختصر جوابات کے ساتھ جریدہ شمس الاسلام بابت ماہ نومبر ۱۹۷۲ء میں درج کر دئے گئے تھے۔ اب صاحب مدوح نے ایک طویل مراسلہ ان جوابات پر اعتراضات اور اپنے سوالات کی مزید وضاحت میں ارسال کیا ہے شمس الاسلام کے صفحات میں طویل مراسلات کے لئے گنجائش نہیں۔ لہذا جعفری صاحب کے اعتراضات کا خلاصہ نقل کر کے مجلس جوابات دئے جاتے ہیں۔ ان جوابات سے اگر جعفری صاحب کئی تسلی نہ تو کسی روز جامع مسجد بھیرہ میں تشریف لاکر نزاع انصار کے کتب خانہ میں بیٹھ کر کتب کے مطالعہ اور باہمی تبادلہ خیالات سے اپنے شکوک و شبہات دور فرما سکتے ہیں۔ وما علینا الا البلاغ۔

ہم نے لکھا تھا کہ آیت محمد رسول اللہ والذین معہ ان اصحاب کرام کے بارے میں نازل ہوئی جو صلح حدیبیہ کے موقع پر تحت الشجرہ بیعت رضوان میں شامل ہوئے تھے جن کی تعداد کتب معتبرہ فریقین کی رو سے چودہ

اور اخوت و شفقت کا حکم تمام صحابہ کرام کو شامل ہے۔ جبکہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی صفت میں شامل ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ بِالْمُؤْمِنِينَ رَوْحٌ رَحِيمٌ (توبہ ۱۹) ایمان والوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے۔ وَاحْفَظْ جَنَّا حَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ (شعراء ۱۱) اور اپنے (شفقت) کے بازو نیچے رکھ ان کے واسطے جو تیرے ساتھ ہیں ایمان والے کافروں کے بارے میں حضور کو فرمایا۔ یا ایہا النبی جاہد الکفار والنفاقین واغلظ علیہم (توبہ ۱۰) اے نبی لڑائی کر کافروں اور منافقوں سے اور تند خوئی کر ان پر۔

پس عموم الفاظ کی بناء پر سب صحابہ کرام اشداء علی الکفار اور رحماء بینہم تھے۔ اور ڈیفنس ہمیشہ نہیں کرتے۔ بلکہ خود خداوند عالم ان کی منقبت بیان فرما رہے ہیں اور ان کا ڈیفنس پیش کر رہے ہیں۔ اگر ان کے ڈیفنس سے کسی کا دل جلتا ہو تو یہ تو اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے عجیب الزّراع لیخبطہم الکفار وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصالحات منہم مغفرۃ واجدا عظیماء جعفری صاحب آگے لکھتے ہیں۔

”اب رہا یہ معاملہ کہ اصحاب شجرہ سازشوں اور جھگڑوں سے بری تھے۔ اس کے متعلق چند باتیں پیش کرتا ہوں امید ہے کہ تخیلاتی دنیا میں رہ کر جواب نہیں دیا جائیگا بلکہ تحقیقی اور علمی جواب ہوگا۔ خدا کرے کہ آپ اس شکل کو حل کر سکیں گو ظاہری طور پر ناممکن سی بات ہے۔

میں مناظرانہ نہیں چاہتا۔ آپ کے جوابات سے مجھے قطعاً فیصلہ کے لئے وہ کلید مل سکی کہ میں تشفی کا اعلان کر دوں بلکہ آپ نے تو کوئی اور راستہ کھولا ہے۔“

تشفی کا طریقہ بتلائیے! کہ آپ کی تشفی کس طرح سے ہوگی آپ نے چونکہ ہمارے مسلمات سے ہمیں الزام دینے کی کوشش کی ہے اور اذروئے قواعد مناظرہ ہمارے لئے اس الزام کو دفع کرنا اپنے مسلمات سے ضروری تھا۔ مگر آپ کہتے ہیں کہ شیعہ کتب

اعراب۔ اہل مدینہ۔ ان آخری دو گروہ میں قرآن مجید نے منافقین کا وجود تسلیم کیا ہے۔ اور ہاجرین، اصحاب بدر و اصحاب احد و اصحاب الشجرہ میں سے کوئی بھی منافق نہ تھا۔ یہی آیت محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم سورہ فتح کی آیت ہے۔ اور اسی بیعت رضوان کے بعد اصحاب شجرہ کی مدح و منقبت میں مادل ہوئی ہے۔ لیکن اگرچہ آیت کا مزل خاص ہے۔ مگر اس کا حکم عام اور سب اصحاب کرام کو شامل ہے۔ اور الذین معہ میں وہ سب اصحاب کرام داخل ہیں جو صحابی کی تعریف میں آسکتے ہیں۔ خود قرآن مجید کی دوسری آیتوں سے تمام صحابہ کا یہ شمول ثابت ہے۔ اِذْ لَقِیْنَا عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعْرَافَ عَلَی الْمَکَا فِرِیْنِ (مائدہ ع ۸) (ترجمہ)

نیم دل میں مسلمانوں پر زبردست ہیں کافروں پر۔ اِذْ لَقِیْنَا اَعْرَافَ قَالَتْ لَیْنِ قُلُوْ بِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہِ اِخْوَانًا (آل عمران ع ۱۱) جبکہ تھے تم آپس میں دشمن پھر الفت دی تمہارے دلوں میں اب ہو گئے اس کے فضل سے بھائی بھائی۔ وَ لَیْسَ دَا فِیْکُمْ عِلْظَۃٌ (توبہ ع ۱۶) اور چلائے کہ ان پر معلوم ہو تمہارے اندر سختی۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ ایمانداروں کی صفت دیوں بیان فرماتے ہیں۔

لَا یَجِدُ کُفْرًا یُّؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ کُوْکِبَتْ اٰبَا ءُہُمْ اَوْ اٰبْنَا ءُہُمْ اَوْ اِخْوَانُہُمْ اَوْ عَشِیْرَتُہُمْ اُولَئِکَ کُتِبَ فِیْ قُلُوْبِہِمْ اَزِیْمَانٌ وَّ اٰیٰتٌ ہُمْ یَرْفَعُوْنَہُ (حشر ع ۳) گھرانے کے۔ ان کے دلوں میں اللہ نے لکھ دیا ہے ایمان اور ان کی مدد کی ہے اپنے غیب کھ فیض سے۔

غرض کفار پر شدت اور ایمانداروں کے ساتھ نرمی

آپ کی اطاعت کریں گے حضرت علیؑ نے فرمایا اچھا کل صبح سرمنڈا کر تم سب لوگ میرے پاس آنا مگر سنا کان التاخذ منہ الی ارتفاع النہاد فعاقبہ اللہ ان وجی عنقہ حتی صیرت کھیاض السلقہ حمراء یعنی سلمان دن چڑھے آئے اس لئے خدا نے سلمان پر عذاب نازل کیا کہ ان کی گردن ٹیڑھی ہو کر مثل طوق ہو گئی۔

کتاب الاختصاص | شیعوں میں ان کے بموجب حضرت سلمان بھی معذب و معاقب ہو گئے۔ اور قتل کے مستحق (العیاذ باللہ)۔

ابوذرؓ ان کو بھی حضرت امیر نے صبح سویرے بلایا تھا مگر آپ ظہر کے وقت آئے اس لئے امام جعفرؑ فرماتے ہیں فعاقبہ اللہ ان سلق علیہما (یعنی ابوذرؓ پر بھی عذاب نازل ہوا کہ خدا نے ان پر اہل سنت کے خلیفہ سوم حضرت عثمان کو مسلط کر دیا (کتاب الاختصاص)۔

عمارؓ یہ وہ حضرت ہیں کہ ایک مرتبہ حیات ہی میں تفتیح کر کے بظاہر اپنی جان پر اپنا ایمان قربان کر چکے تھے۔ انہیں کو امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ آپ بھی جناب امیر کے بلانے پر بجائے صبح کے ظہر کے وقت آئے فضریدہ علا صد دہ۔ یعنی حضرت علیؑ نے عمار کے سینہ پر ہاتھ مار کر فرمایا مالک ان تستیقظ من نومۃ العفلة

راجوا فلا حاجة لی فیکم انتم لم تطیعونی فی حلق الواس فلیکین تطیعونی فی القتال تم اب خواب غفلت سے جاگے ہو واپس جاؤ مجھے تم لوگوں کی ضرورت نہیں جب تم لوگوں نے سر

منڈانے میں میرا حکم نہ مانا تو بمقابلہ تلوار میرا کیا سنو گے پس تمہاری کچھ ضرورت نہیں (کتاب الاختصاص) **مقدادؓ** ان کے متعلق بھی شیعوں کی روایت سے معلوم

ہوتا ہے کہ ان کا ایمان مشکوک تھا اور بظاہر مرتد ہو چکے تھے۔ (کہ بیعت کی) اور ایسے ضجبت الایمان تھے کہ سلمان کی باطنی حالت سے واقف ہوتے تو کافر ہو جاتے۔

ساحر الکیوں نہیں دیا حالانکہ ظاہر ہے۔ کہ ایک صحیح تابعی واقعہ کے سمجھانے کے لئے صرف شیعوں کی کتابوں کے حوالے دینے پر مجبور کرنا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔ کیا قرآن کی شہادت آپ کے لئے کافی نہیں۔ آپ کو چاہیئے تھا کہ جو روایت قرآن کے خلاف کسی کتاب میں بھی درج ہو تو اس کو آپ رد کر دیتے آپ کو تمام روایات کا مکالمہ قرآن کی روشنی میں کرنا چاہیئے مگر افسوس ہے کہ آپ قرآن کو روایات کے ماتحت کرنا چاہتے ہیں۔

اب آپ بتائیے کہ ہم آپ کی تشفی کس طرح کرائیں اور آپ کے مسلمات کو جسے میں کتب شیعہ سے تو حضرت علیؑ اور آپ کے چند ساتھی بھی رحما بینہم کے مصداق نہیں ہیں شیعوں کے ہاں لاکھوں صحابہ کی جماعت میں سے حضور کی وفات کے بعد صرف چند صحابہ مومن رہ گئے باقی فوذ باللہ مرتد ہو گئے اور چند صحابہ جو حضرت علیؑ کے رفقاء تھے حضرت سلمان فارسیؓ ابوذرؓ عمار بن یاسرؓ اور مقداد بن الاسودؓ ہیں مگر ان کے متعلق بھی شیعوں کی روایتیں دیکھیے امام جعفرؑ سے مروی ہے کہ امام زین العابدینؑ نے فرمایا۔

واللہ لو علم ابوذرؓ ما فی قلب سلمان لقتلہ (اصول کافی ص ۲۸۷)

امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے حضرت رسول فرمود کہ اے سلمان اگر علم ترا عرض کنند بر مقداد بر آئینہ کافر خواہد شد

امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ ابو بکرؓ کے خلیفہ ہونے کے بعد کچھ لوگ جناب امیر کے پاس آئے کہ ہم

{ حیات القلوب }
{ جلد ۳ ص ۲۳۳ }

حقوق کا ایک دوسرے سے مطالبہ بھی نہ کریں اگر ایک سے بہ تقاضا کے بشریت کوئی لغزش ہو جائے تو دوسرا اس پر تنبیہ بھی نہ کرے۔ حالانکہ آپ کا یہ سمجھنا سراسر غلط اور رحم کے مفہوم لغوی اور عرفی سے شرعی قطعاً نا آشنا کی دلیل ہے (رحمۃ کا معنی لغوی) رحمہ رحمۃ رت لہ وشفق علیہ و تعطف (المجدد) الرحمة فی اللغة رقة القلب و انعطاف یقتضی التفضل و الاحسان (میرضاوی شریف)۔

اور شرعی اصطلاح سے رحماء بینہم کا معنی یہ ہوگا کہ ایمان کی وجہ سے بحیثیت ایک مؤمن ہونے کے آپس میں محبت اور تفضل و احسان کا سلوک رکھیں۔ ایک کی تکلیف دہ دوسرے کو تکلیف کا احساس ہو۔ ملیں تو مصافحہ و معاندت نہ ہو۔ سلام و کلام کریں اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں اور ہر طرح سے اسی محبت کا مظاہرہ ہوتا رہے۔ چنانچہ اسی آیت کی تفسیر میں تمہارا بڑا مفسر صاحب خلاصۃ المسئع لکھتا ہے۔ دھربانی ایشان نسبت باہل اسلام بہ مشابہ بود کہ چوں یک دیگر بدیدندے سلام کردند و بمصافحہ و معاندت یک دیگر مشغول شدند (منقول از شواہد البرقات)

ہاں اگر کسی مؤمن سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے اور دوسرا مؤمن اس کی خیر خواہی کے لئے اس کو متنبہ کرے یا کسی حد شرعی جاری کرنے میں کوئی سختی برتے۔ یا اپنے کسی جائز حق کا اس سے مطالبہ کرے تو یہ اس کے رحم کے منافی نہیں۔ اور ہم اس کی اس کارروائی کو شدت قرار نہیں دیں گے۔ کیونکہ یہاں شدت تو ایمان کی بنیاد پر نہیں برتی جاتی۔ بلکہ کسی ایسے فعل کی وجہ سے برتی جا رہی ہے۔ جو بہ تقاضا کے بشریت اُس مؤمن سے صادر ہوا ہے۔ پس جب منشأ شدت ایمان نہیں تو اس کو رحماء بینہم کا مخالف بھی نہیں کہہ سکتے۔ ورنہ اگر کسی ناجائز کام پر سزا دینے کو آپ منافی رحمت سمجھتے ہوں تو پھر اللہ تعالیٰ بھی رحیم و ربیم نہیں جو دنیا میں بھی کافروں اور منافقوں پر عذاب نازل کرتا اور انہیں ہلاک کرتا ہے۔ شدت و عقاب ہے اور آخرت میں بھی منکروں کو دوزخ کی ابدی آگ میں ڈال کر عذاب دیتا

دیکھا آپ نے جن صحابہ کے بارے میں شیعوں کا دعویٰ ہے کہ وہ نمونہ رہے ان کی مسئلہ روایتوں کی بنیاد و جگہ مومن نہ رہے اور ان کا بھی آپس میں اور حضرت علیؓ کے ساتھ رحمانہ سلوک نہ تھا بلکہ ابوذر سلمان کو قتل کر ڈالے اگر انہیں کلاماً معلوم ہو جاتا بلکہ بقول شیعہ خود حضرت علیؓ میں بھی رحم کرم نہ تھا حتیٰ کہ خود ان کا بھائی جو بہر حجت رحم کا مستحق نہ تھا اس سے ناراض ہوا اور ناراضگی اس حد تک بڑھی کہ امیر معاویہؓ کے پاس شام چلے گئے چنانچہ آپ کا شبید ثالث مجالس المومنین کے مجلس سوم میں ذکر کرتا ہے کہ جناب علیؓ کے معیتی بھائی عقیل ابن ابی طالب خلافت مرتضوی میں جو جلت تختہ و مواجب جناب علیؓ سے خفا ہو کر امیر معاویہؓ کے پاس شام چلے گئے تھے اور معاویہؓ کے دربار میں ان کی کمال تعظیم و توقیر کی جاتی تھی اور یہی فقہ اکثر کتب شیعہ مثلاً انوار الہدیٰ وغیرہ میں مذکور ہے۔

پس ان روایتوں کو صحیح ماننے کے بعد آپ خود فیصلہ کر کے بتائیے کہ آیت رحماء بینہم کے مصداق دنیا میں آخر کون لوگ ہوئے ہیں۔ لاکھوں صحابہ کی جماعت کو جماعہ قرار دینے میں "چند امور" جو درحقیقت شیطانی و سواس ہیں مانع ہو رہے ہیں۔ اور چند صحابہ اور حضرت علیؓ کے بارے میں شیعوں کی روایتیں انہیں رحماء قرار دینے سے مانع ہیں۔ پھر نعوذ باللہ اللہ کا کلام ایک نحو عبارت ہے۔ اور الذین معہ رحماء بینہم ایک ایسی حکایت ہے جس کے محکی عندہ کا کوئی وجود ہی نہیں لیکن ایسا خیال کرنا صریحاً کلام الہی کا انکار اور صداقت قرآن کے اعتراف سے انحراف ہے۔ اور قرآن کو جھوٹا سمجھ کر ایمان سلامت نہیں رد سکتا۔ اور اس سارے نفاذ عقیدہ کی بڑی ہرے کہ آپ نے رحم کا معنی ہی غلط سمجھا ہے۔ آپ اپنے زعم میں مرحما بینہم کی تفسیر کر بیٹھے ہیں۔ کہ وہ آپس میں ایسے رہیں کہ کبھی بھی کسی طور سے ان کے درمیان اختلاف رائے بھی واقع نہ ہو۔ جائز

رہے گا۔

اسی طرح اگر کسی دشمن پر بر موقع ناراض ہونا غصہ نکالنا حق کا مطالبہ کرنا، رحم علی المؤمنین کے خلاف ہے تو پھر تو یہ بھی آپ کو کہنا پڑے گا کہ حدیثوں میں وارد شدہ بعض امور کی بنا پر میری تشفی نہیں ہوتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح بالمؤمنین رؤف رحیم کے مصداق تھے، کیونکہ ظاہر ہے حضور نے اپنی زندگی میں حدود جاری کئے جو کہ سزا دینا اور کسی پر سختی کرنا ہی ہے بلا موقع اور متناسب سوالوں پر آپ نے ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔ مگر یہ سب صورتیں ہرگز رحم کے منافی نہیں اور آپ کو ہم پھر بھی رحیم علی المؤمنین کہہ سکتے ہیں۔

اسی طرح دیکھ لیجئے انبیاء کرام بھی آپس میں سب ایک دوسرے پر رحیم ہی تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود دربار خالوندی میں دعا کر کے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی رفعت کی طلب کی۔ **وَاجْعَلْ لِي مِنْ أَهْلِي وَزِيرًا** ہارون اخی الشدا بہ از سرے مگر جب حضرت موسیٰ کو وہ طور سے واپس تشریف لائے۔ قوم کی حالت بگڑی دیکھی۔ گوسالہ پرستی اور توحید سے ان کا انحراف دیکھا تو غیرت دینی اور حمیت مذہبی کی وجہ سے اس قدر برا فروخت ہوئے کہ آپ نے جلدی سے حضرت ہارون علیہ السلام کی وارسی اور سر کے بال پکڑ کر کھینچے۔ اور ان سے مطالبہ کیا۔ کہ اے بھائی میری عدم موجودگی میں تو نے قوم کے سنبھالنے میں کیوں کوتاہی کی۔ کیا اپنے حقیقی بھائی ہارون علیہ السلام کے مقابلہ میں جو کہ پیغمبر بھی تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولیٰ العزم پیغمبر کا اس طرح پیش آنا اور ایسی سختی برتنا آپ رحم کے منافی سمجھتے ہیں؟ اور کیا آپ یہ فیصلہ کر لیں گے کہ یہ دونوں پیغمبر نعوذ باللہ رحمت و شفقت سے خالی تھے اور ان سے ایک بے ایمان تھا اس لئے دوسرے نے شدت علی الفسار کی بنا پر سختی برقی یا ایمان کی وجہ سے دوسرے کی کا فرانہ شدت کا مورد ہونا؟ (حاشا وکلا) یہ کافرانہ اعتقاد کسی کا بھی نہیں ہو سکتا۔

یا آپ خود شیعوں کی روایتیں دیکھئے۔ مذک کے معاملہ

میں حق الیقین میں رنجش فاطمہ زہرا کا طویل قصہ منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

کہ حضرت سیدہ بجاناب فاطمہ زہرا و امیر المومنین انتظار معاذتہ اوئے کشیدہ جوں بمنزل قرار گرفت از روئے مصلحت خطا ہوا درشت باسید او حیدامود کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ و مثل فاطمہ درخانہ گنجینہ سائر مردم دید باراپوشیدہ اندوختہ نہ مانے شتم ناک بیرون رفتم و غمناک برگشتم فوراً ذلیل کردی در روزے کہ دست از سطوت خود برداشتی گرگان مے درند و می برند تو از جائے خود حرکت نمی کنی کاش پیش ازین مذلت و خواری مرده بودم۔

حضرت فاطمہ اپنے گھر واپس تشریف لائیں جناب امیران کے واپس ہونے کے منتظر تھے پس جب فاطمہ مکان میں آئیں تو بطور مصلحت کے سیداً و حیدام جناب امیر کو نہایت سخت و دست کہا۔ اور فرمایا تم گھر میں چھپ کر یوں بیٹھے ہو۔ جیسے ماں کے پیٹ میں بچہ اور یوں گھر میں بھگائے ہو۔ جیسے کوئی خیانت کر کے آتا ہے سب لوگوں نے آنکھیں بند کر لی ہیں نہ کوئی میرا حمایت ہے نہ مددگار غصہ میں پھری گئی اور غلگین واپس ہوئی تم نے اپنے کو ذلیل کیا جب سے تم نے اپنی سطوت کو چھوڑ دیا مجھے پھیرے پھاڑے ہیں اور اٹھا کر لیجا رہے ہیں مگر تم ہو کہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹتے۔ کاش میں اس ذلت و خواری سے پہلے مر گئی ہوتی۔

شیعوں کی اس روایت کی بنا پر جناب سیدہ زہرا کا غضبناک ہونا اور رنجیدہ ہونا اور حضرت امیر کی شان میں ناگوار الفاظ کا استعمال کرنا ثابت ہوا۔ اور اس قسم کی بہت سی ترقا شیعوں کی کتابوں میں موجود ہیں۔ پس کیا یہ دونوں آپس میں محبت نہیں رکھتے تھے؟ رحماء بینہم میں داخل نہ تھے؟

حقیقت یہ ہے کہ حضرات صحابہ آپس میں اگر مختلف بھی ہوئے۔ کہیں مقابلے کی صورت بھی پیش آئی۔ چونکہ صاف دل اور نیک نیت تھے۔ اس لئے رحماء بینہم کا مظاہرہ پھر بھی ہوتا تھا چنانچہ جنگ جمل کے موقع پر جب حضرت علیؑ بصرہ پہنچے

مال المقتول ویقول من اعترف شیئاً فلیأخذ
فی تاریخ واسطاً باسناداً عن علی لھذا بلفظہ
(فتح القدیر شرح ہدایہ ص)

”لڑائی شروع ہونے سے پہلے زہیر بن کے بعض
بھراہیوں نے لڑائی چھیڑنے کی رائے دی۔ لیکن انہوں نے
معذرت کی کہ قتل کی معرفت صلح کی گفتگو ہو رہی ہے
ہم سے غداری نہوگی۔ ایسا ہی امیر المومنین سے بعض
لوگوں نے کہا تھا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر
آپ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کل لڑائی ہو گئی تو فریقین
کے مقتولوں کا کیا حال ہوگا۔ فرمایا۔ میں امید کرتا ہوں کہ
ہمارا اور ان کا کوئی شخص قتل نہیں کیا جائے گا۔ اللہ
تعالیٰ نے ہم لوگوں کے دلوں کو صاف کر دیا ہے۔ اور
اگر کوئی مقتول ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں
داخل فرمائے گا۔“

(ترجمہ تاریخ ابن خلدون صفحہ ۲۷ ج ۴)

(باقی دارد)

+

گریہ کا انصاف پسند شیعہ کی نظر میں

عنوان بالا کے ماتحت سید محمد اصفیٰ صاحب شیعہ کے ایک مضمون کی پہلی قسط ”شمس الاسلام“
مجموعہ ماہ ستمبر ۱۹۷۲ء میں شائع کی گئی تھی آج دوسری قسط درج ذیل ہے ہم اس غیر معمولی
تناخیر کے لئے ناظرین کرام سے معذرت خواہ ہیں۔ (مددیر)۔

جوہر جگہ تعلیمات قرآنی کا جز ہے۔

جناب جناب کے بزرگ۔ جناب کے خورد جناب
کی مستورات، جناب کے بچے اور بچتیاں جس طرح متواتر مسائل
برابر بلک بلک کر دھاویں مار مار کر امام کے نام پر رونے
میں وہ روناسین کے مشن کو بیجا کر چکا اور کر رہا ہے
اس شدت گریہ کی بدولت ہم میں سے صیغہ دلیری شجاعت

مَنْ بَكَى عَلَى الْحَسَنِ أَوْ أَبْنَى وَتَبَاكَ
وَجِبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ۔

ترجمہ :- (جس نے حسین پر گریہ کیا یا رولایا یا مغموم
صورت بنائی اس پر جنت واجب ہے)۔

اس حدیث میں مجھے کلام نہیں حسین پر رونا رولانا
سب درست اور فطری مگر اسی عمل و اعتدال کے ماتحت

میں ہمت، شجاعت، جانبازی اور پامردی کو بھی دخل ہے تو بندہ پروریہ سرمایہ تودت ہوئی کہ ہم اپنے آنسوؤں کے سیلاب میں بہا چکے ہیں۔ اور اب ہمارے بس کی بات نہیں رہی کہ انسانی فضائل کی نذر دربارِ امامؑ میں پیش کریں اگر قصوری بہت یہ کیفیت خلوص و صداقت ہم میں باقی بھی ہے تو ابھی تو خدا جائے ظہور امامؑ میں کتنی دیر ہے ہم اس درمیان میں اپنے علماء و واعظین کی سرکردگی میں بڑی کاوش و کوشش، پورے انہماک اور تیزی سے اُسے بھی طاق نسیا کے سپرد کر دیں گے۔ اِنَّا لَنُدَوِّ اِنَّ الدِّينَ لَمَّا جُحْتُ۔

ایک وقت تھاکہ سال میں چند بار مجالس عزابراہو جاتی تھیں اور وہ بھی چند منٹ کے لئے ہم قوی تھے ہمارے دل کا نور سال میں چند بار۔ چند چند منٹ آنسو بہانا ہمارے دلوں میں گداز و رحم و غیرہ جیسی گرانقدر کیفیات پیدا کرتا تھا مگر اب تو ہم کمزور ہمارے دل رقیق اور اس پر آئے دن مجالس کا پرہا ہونا ربحم چہلم میں دس دس روز دن رات مجالس ہی مجالس ہوتی ہیں اور ہر مجلس میں رونافرض کمزور دل اور کمزور ہو جاتے ہیں دھڑکتا ہوا دل، ہول کھاتا ہوا دل، ہاتھ پیر کو بے قابو کر دیتا ہے، ہمت، شجاعت، جانبازی دکھائے تو کون؟ اب تو ہمیں حدیث مذکورہ کے دہرائے جانے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔ ہم مومنین (

زور حرکت کے فطری اصول کے ماتحت اپنے کو مجبور پاتے ہیں کہ روئیں اور روتے رہیں۔ اگر کوئی ذکر رولانے سے گریز بھی کرنا چاہے تو ہم اُسے گریز نہیں کرنے دیتے۔ جیسے موٹر بائیکل یا کسی اور ٹھکنے والی چیز کو ہاتھ، اسٹیم یا پٹرول سے خوب زور سے ڈھکیلے اور اس کے بعد ڈھکیلے والی قوت کو ہٹا لیجئے تو بھی ایک فاصلہ تک وہ چیز خود اپنی رفتار کے زور یا زور حرکت سے روکھتی چلی جائے گی بالکل اسی طرح اب ہمیں ہمارا گذشتہ طریق کار ڈھکیلے لئے چارہا ہے اور ہم اب رولے رولانے کی رو میں بہہ جا رہے ہیں۔ ہماری بے عملی اور اُس کے وجوہ

جانبازی، ایشاز غریبہ کی سینی قوت عمل کی ہر ہر صفت ہم میں سے رفتہ رفتہ مفقود ہو چکی ہے اور ہم لے دیکھے حسین پر صرف رونے والا ایک گروہ یا قوم رہ گئے ہیں۔ ذرا غور فرمائیے گروہ پیش کو دیکھئے کیا یہ سچ نہیں ہے کہ رسولؐ کی تعلیم جس کے عملی طور پر پیش کرنے میں خود رسولؐ صوبتیں بہاشت کیں۔ ان کی بیٹی نے مصیبتیں جھیلیں، ان کے داماد نے عمر بھر مشقتیں کیں اور بالآخر اپنی جان دی، ان کے فرزند نے نہ محض اپنا تن، من، دھن، سب تیاگا بلکہ اپنے سامنے اپنے دوستوں، عزیزوں، اولاد کو دم توڑتے دیکھا اور اپنی عورتوں اور بچوں کو مصائب کی ہولناکی وادی میں ڈال دیا۔ اس تعلیم کو ان معصومین کے اُن عملی اقدامات کو ایک ہندری شیعہ عملاً سمجھا ہے تو صرف اتنا کہ رسولؐ کا تلقین کردہ کلمہ پڑھ لینا اور اولاد رسولؐ کے مصائب پر ہونا اور روتے رہنا مغفرت اور حصول جنت کے لئے کافی ہے۔ ان میں آج نہ کوئی بوذر باقی ہے۔ نہ خدیج ابن مظاہر نہ کوئی خربے نہ غلام خربے روتے اور سینہ پر چوٹیں مارتے مارتے یہ تو اس عالم میں پہونچ چکے ہیں کہ جس وقت امام آخر الزمان علیہ السلام کا ظہور ہوگا تو یہ لوگ آنکھوں میں آنسو بھرے اور ادھر ادھر بھونچتے ہو کر تالیں گے، جوق جوق امام باڑوں میں جمع ہوں گے، حسین حسین میرے مولا میرے آقا، کے فلک شگاف نعرے لگائیں گے اور سینہ زنی کریں گے۔ کیوں؟ اس لئے اور صرف اسلئے کہ اول تودتوں تک روتے روتے اب ہم ہر قسم کے جوش کا اظہار صرف آنسوؤں ہی سے کر سکتے ہیں۔ دوسرے صرف رونے، رولانے، اور رولنے والوں کی صورت بنانے کی تعلیم اور مشق اتنے دن اور اشقت سے جاری رہی ہے کہ اب وہ ہماری رگ رگ میں پھوست ہو کر ہماری انفرادی اور قومی زندگی کا محصل بن گئی ہے۔ بہر حال نصرت امامؑ اگر اسی کو کہتے ہیں تو ہم ضرور نصرت امامؑ اور کامیاب ترین نصرت کریں گے۔ اور اگر نصرت امامؑ

جس کا نال رونائے۔ سو رو رہے تھے۔

فضائل و مناقب اسوہ حسینی تعلیم قرآن وغیرہ مواعظ سے ہمارے غاثر خواہ اثر نہ لینے کی دوسری اہم ترین وجہ یہ بھی ہے کہ جن لوگوں کے عادات، فضائل، افعال و تعلیم کا تذکرہ ہم سنتے ہیں ان بزرگ ہستیوں کے متعلق ہم کو باور کرایا جاتا ہے کہ وہ پیدا ہی غیر معمولی ہستیاں ہوئے تھے جن کی حقیقت کا سمجھنا تک ہمارے فہم و ادراک کے امکان میں نہیں تھی فطرت نے ہی انہیں مافوق الانسان ہستیاں بنایا تھا اور اس لئے ہمارے لئے (deceased) یا نمونہ نہیں نظر ہے کہ ہم اس ہستی کی تقلید کیونکر کر سکتے ہیں جس کے خمیر میں مافوق العادات خوبیاں موجود ہوں اور اس اعتقاد کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے عمل اتباع کا دھیان بھی ہمارے ذہن میں نہیں آتا۔

تیسری اور سب سے بڑی وجہ فضائل و مناقب کے موعظت سے ہمارے اثر پذیر نہ ہونے کی ہمارا بے پناہ رونا ہے فطرت انسان کے ہر قسم کے جوش کو خواہ وہ محسن قسم کا ہو یا مذموم قسم کا آنسوؤں کے پانی سے دھو ڈالا کرتی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح فطرت نے ہر شے کو پیدا کر کے ساتھ ہی اس کو فنا کرنے والی چیز بھی پیدا کی ہے شاید جوش انسانی کو فنا کرنے کے لئے فطرت نے آنسو پھیلانے میں چنانچہ جوش کے عالم میں جو نقوش دل و دماغ پر قائم ہوتے ہیں انہیں اگر آنسو دھو نہیں ڈالتے تو دھنسا لا ضرور کر دیتے ہیں مثلاً ایک ماں اپنے جوان بیٹے کی موت پر آنسو نہ بہائے یا نہ بہائے تو اس کا صدمہ مرعیت اور دیر پا ہوتا ہے۔ بڑھاپا اس کے اگر وہی ماں اپنی اولاد کے لئے پھوٹ پھوٹ کر روتی ہے تو رفتہ رفتہ اس کو ایک حد تک سکون حاصل ہو جاتا اور مرنے والے کی یاد دھندلی پڑ جاتی ہے۔ اگر آپ کو کوئی ملکی یا قومی نظم سنائی جائے اور آپ اس سے بے حد متاثر ہوں تو آپ کو اس نظم کے اکثر اشعار نظم کا دھناچہ وہ سماں جس میں وہ نظم سنائی

فطرت انسانی کا اقتضا ہے کہ کسی کام کا ارادہ کرنے کے بعد شروع سے آخر تک نظر خواہ خواہ بھی اس کے نتیجہ یا نال پر لگی رہتی ہے پھر کیا بیجا ہے کہ ہم مجالس عزائمیں "نال کار" کی جستجو کرتے ہیں۔ سینکڑوں برس سے ہمارے ذہن نشین کر لیا جا رہا ہے کہ مجالس عزائمیں "نال کار" رونا، رولانا، یاروئے والے کی صورت بنانا ہے۔ چنانچہ ہم مجلس میں اس کے "نال کار" یعنی رونے کی تلاش میں آتے ہیں ہم منہ سے کہیں یا نہ کہیں تعلیم اسلام اسوہ حسینی اور دیگر فضائل و مناقب کو جو ہم منبر سے سنتے ہیں ہمارا دماغ فطری طور پر ان سب کو ضمنی سمجھتا ہے لہذا ان کا اثر ہم پر غاثر خواہ نہیں ہوتا۔ ظاہر ہے کہ جب "نال کار" رونا ٹھیرا تو اس کے علاوہ جو کچھ ہے سب ضمنی ہے یہاں بھی ایک لطیفہ یاد آگیا۔ میرے قصبہ میں ایک بزرگ سید بڑے "بالائی" تھے۔ نیک تھے اور خیر سے بھرے بھی تھے۔ قصبہ کے خوش فکروں نے ان کا نام حضرت ثر کے آخری خدمات کی دعا سے "محر" رکھ دیا تھا۔ اور اکثر غریب سے مذاق کیا کرتے تھے۔ چونکہ سیدھے تھے بڑا نہیں مانتے تھے ایک دفعہ مجلس میں تحت اللفظ مرثیہ خوان ہو رہی تھی۔ حضرت قاسم کی لڑائی کا بیان تھا۔ موصوف کہیں کہیں سمجھتے تھے ورنہ ہرے پن کی بدولت سب لوگوں کے منہ تک رہے تھے جس وقت ڈاکر اس جگہ پہنچا جہاں ازرق کا چوتھا بیٹا حضرت قاسم کے ہاتھوں قتل ہوا کسی کو شرارت سوجھی میر صاحب سے کہا وہ اناتل مشن نہیں رہے ہو چوتھا بیٹا بھی شہید ہو چکا" بس میر صاحب نے ایک پیچ ماری۔ "ہائے میرے مولا چوتھا بیٹا بھی شہید ہو گیا" اور لگے دھڑلے مار مار کر رونے۔ ساری مجلس چوکتی ہو گئی۔ ان کے برابر بیٹے ہوئے کسی نے ٹوکا "بھئی یہ کیا کرتے ہو ازرق کا بیٹا حضرت قاسم کے ہاتھوں قتل ہوا ہے موصوف نے یہ سن کر رونا تو بند کر دیا مگر بولے "ہیں اس سے کیا ہم تو اپنے مولا کو رو رہے ہیں" میر صاحب کو نفس مطلب سے کوئی سروکار نہ تھا وہ تو مجلس عزائمیں آئے تھے لہ شہید اصطلاح میں ذکر حسین پر زیادہ روستے والے کو کہتے ہیں

بیان کی گئی تھی۔ اس لئے اور صفحہ اس لئے کہ یہ وہ وقت تھا کہ جب حسینؑ کا خالی نام لینے پر زبان اور قبر حسینؑ کی زیارت پر سر قلم ہوتے تھے۔

یہ ہیں وہ اسباب کہ ہم مصیبت حسینؑ پر غم صحیح رونے کے باوجود (واقعات کر بلا میں سے ہر ہر واقعہ کے گویا ہم حافظ ہیں) مجالس عزاء کے لئے اتنا اہتمام کرنا، اُن میں شرکت کرنا۔ دناں رونا اور ماتم کرنا تو اپنے فرائض میں سمجھتے ہیں۔ مگر اسوۂ حسینیؑ کی پہلی اور بنیاد کی چیزوں کی طرف اعتنا بھی نہیں کرتے۔ مثلاً کون شیعوہ نہیں جانتا کہ حسینؑ نماز کو کتنا بڑا فریضہ سمجھتے تھے۔ روز عاشوراء صبح کی نماز کن مشکلات میں ادا کی گئی۔ اور آپ اور آپ کے باقیماندہ انصار و اقربا نے ظہر کی نماز کہاں اور کیسے ادا کی۔ مگر کیا سوائے شیعوں کے اور کوئی فرقہ اسلام بھی ہے جس کے افراد ہماری طرح نماز سے بے اعتنائیاں اور غفلتیں برتتے ہوں اور جو ہماری طرح نماز کو عملاً دو سر درجہ افضلیت کا دیتا ہو۔

برائے خدا غور فرمائیے کہ آپؑ میں حسینیؑ کتنے ہیں اور ان میں نمازی کتنے ۹۹۹؟

اے مسلمان اپنے دل سے چھوڑ دیا ہے نہ پوچھو { اقبال ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم

(باقی اشدہ)

خاکساریت شکن لڑیچہ حسب ذیل پتہ

سے منگو ایٹے :-

پیرزادہ محمد بہاء الحق قاسمی

گلوالی دروازہ۔ امرتہ

گئی تھی اور خود نفس مضمون مدت تک یاد آتے رہیں گے اور اگر اسی نظم کے سننے کے دوران میں یا اس کے آخری حصہ پر آپ بھوٹ کر دیں تو مذکورہ بالا اثرات نہ اتنے عمیق ہوں گے نہ اتنے دیر پا۔

الحاصل اوّل تو سوائے رونے کے دیگر مواضع کو ہم نمی سمجھنے پر فطرتاً مجبور ہیں اس پر جن بزرگوں کی مثالیں ہمیں سنائی جاتی ہیں اُن کو ساتھ ہی ناممکن الماتبار بھی ثابت کر دیا جاتا ہے اور رہے یہ اثرات کو ہمارے آنسوؤں کا طوفان بہا لے جاتا ہے۔ ہم مجلس حسینؑ سے جیسے آئے تھے ویسے ہی واپس جاتے ہیں۔ البتہ رونے کی ضروری میں جنت کا قبلاہ ہمارے ساتھ آتا ہے۔ اس سے زیادہ کی ضرورت ہی کیا ہے؟ دنیا کے ہر نیک کام کے لئے مجھ جیسے گنہگار کو تو جنت کا لالچ دیا جاتا ہے۔ چو جنت حاصل ہو گئی اب دیگر تعلیمات مذہب پر کار بند ہونے کی ضرورت؟؟؟

آپ نے سنا ہو گا کہ بعض مشہوروں میں لاشوں پر رونے والیاں مزدوری پر مل جاتی ہیں غور فرمائیے کہ ان چند بیبیوں کے لالچ میں رونے والوں اور جنت کی لالچ میں حسینؑ پر آہ و بکا کرنے والوں میں کیا فرق ہے اسی کے ساتھ ساتھ اس امر کو بھی نظر انداز نہ کیجئے کہ جب ہم جوش کے ہر موقع پر خواہ وہ جوش غیظ ہو یا جوش نفرت ہو یا جوش غم خواہ وہ اہلبیت رسالت کے مصائب کا فوج ہو یا کسی غمزدہ شاعر کی غمگینیاں الاپ غیر ارادی طور پر آنسو بہانے کے عادی ہو چکے ہیں تو ہمارے یہ غیر فطری بے اختیار آنسو حسینیؑ سدا کار میں کیا قیمت رکھتے ہیں یا خدا کے یہاں ان کی کیا قیمت ہوگی۔ ح

اشک بند سوزندوں پانی ہے۔ یہاں کی قسم اگر غمت میں مطلع کریں وقت اور ماحول کے آنسوؤں کی کرنا آپ کا اسلامی و اخلاقی حدیث مندرجہ عنوان

اطلاعات

مجلس مرکزیہ حزب الانصار و فوج محمدی کی کارگزاری حضرت امیر حزب الانصار صاحب نے ۸ مارچ سے ۲۵ اپریل تک پنجاب کے مختلف علاقوں

کا تبلیغی دورہ کیا۔ اور متعدد مقامات پر آپ کی تقاریر ہوئیں۔ مولانا افتخار احمد صاحب بگوی اس سفر میں آپ کے ہمراہ رہے اور ان کے مواعظ حسنہ سے بھی ہر جگہ لوگ محفوظ ہوئے۔ امیر حزب الانصار نے حسب ذیل مقامات کا دورہ فرمایا:۔
ضلع جہلم۔ کالاکوہ جرائ۔ کھوکھڑیہ پکریالہ۔ دھیدوال۔ ساڈوال۔ غریب وال۔ جہلم شہر۔ ضلع ڈیرہ غازیخان و بہاول۔ تربیڑہ۔ ٹولہ شریف۔ ڈیرہ غازیخان۔ ضلع امرتسر۔ ضلع منٹگری۔ پاک پٹن شریف۔ ضلع فیروز پور۔ فاضلکا۔ ریاست بہاول پور۔ منجن آباد۔ بہاول پور شہر۔ ضلع راولپنڈی۔ اراضی۔ بھکر ٹال۔ گولڑہ شریف۔ راولپنڈی شہر۔ ٹیکسلا۔

فوج محمدی فوج محمدی کی جماعتوں نے ہر جگہ مجالس سیرت کے انعقاد میں حصہ لیا۔ کراچی کی جماعت نے خصوصیت سے خاص سرگرمی کا اظہار کیا۔ کراچی کے انصار نے خدمت خلق میں نمایاں حصہ لیا۔ اور جلوس میں بھی شرکت اختیار کی۔

صاحبزادہ فخر الزماں صاحب امر وہرہ سے ہو کر ریاست بہاول پور کے بعض مواضع کا دورہ فرما رہے ہیں۔ مولانا احمد یار صاحب ایک ماہ کی رخصت پر اپنے وطن کوتانی ضلع ڈیرہ غازیخان میں مقیم ہیں۔

دارالعلوم غزنیہ دارالعلوم غزنیہ بھیرہ کے صدر مدرس مولوی سکندر علی صاحب زیادہ تنخواہ ملنے کی وجہ سے لاہور چلے گئے ہیں۔ مولوی سیاح الدین صاحب بھی دیوبند کے مدرسہ میں تدریس پر مامور ہو چکے ہیں۔ ہر دو مدرسین کی علیحدگی کے بعد مولانا محمد خلیل صاحب کو یکم اپریل سے مدرس مقرر کیا گیا ہے۔ مولانا سعید الرحمن صاحب و مولانا بشیر احمد صاحب محنت و تہذیب سے تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں نئی النی

صدر مدرس کے تقرر کا مسئلہ زیر غور ہے۔

معذرت میں بعض تبلیغی مصروفیتوں اور بعض ذاتی پریشانیوں کی وجہ سے خاکساریت شکن مضامین کا سلسلہ جاری نہیں رکھ سکا۔ فرصت اور سکون قلم حاصل ہوتے ہی دونوں مضمونوں کی تکمیل کروں گا (انشاء اللہ تعالیٰ)۔

چونکہ رسالہ کی کاپیاں میری نگرانی میں امرتسر میں لکھی جاتی ہیں اگر اب جبکہ یہ کاپیاں تیار ہو رہی ہیں میرا چھوٹا لڑکا عطاء الحق سید اللہ تعالیٰ ہمیں سارے اور راتوں کی بیداری اور دن کی بے چینی کی وجہ سے میں رسالہ کی ترتیب کی طرف توجہ نہیں کر سکتا اس لئے اب کے صرف دو ہی کاپیاں تیار کر کر طباعت کے لئے سرگودھا روانہ کر رہا ہوں واللہ رحمہ اللہ کرام اللہ سے مقبول۔

تم سنائی
رقی اللہ تعالیٰ نواب کو اس نظم کے

۲۱ اپریل ۱۳۶۲ء میں وہ نظم سنائی

باتمام مولوی غلام حسین ایڈیٹر پرنٹر پبلشر منور الیکٹرک پریس سرگودھا میں چھپکر دفتر شمس